توحیدِ الوہیت

(۳)

از جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم اے، پی، ایچ، ڈی، بیرسٹر ایٹ لار
صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

کیا غضب ہے یہ اموات کے پرستار زندہ خدا کو چھوڑ کر مُردوں سے استعانت کرتے نہیں شرماتے اور اپنی بے شرمی کو رفع کرنے کے لئے کتاب وسنت سے دلائل تلاش کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں! لیکن کتاب وسنت سے تو بس یہی ثابت ہوتا ہے کہ مالکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر (البقرہ ۱۰۰) دیکھو حضرت جامیؒ نے اسی بات کو کس خوبی سے ادا کر دیا ہے:۔

حق فاعل وہر چہ جز حق آلات بود — تاثیر ز آلت از محالات بود
ہستی کہ موثر حقیقی ست یکیست — باقی ہمہ اوہام وخیالات بود

لاقوۃ الا باللہ

ندا اور استعانت کی تائید میں اہلِ استمداد ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں، سوال خود پیش کر کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے:" یارسول اللہ! یا غوث، پکارنا بھی کیا ناجائز نہیں؟ شرک نہیں؟ ترمذی، نسائی طبرانی، ابنِ خزیمہ، حاکم، بیہقی نے یہ دعا روایت کی ہے: اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بحبیبک المصطفےٰ عندک یا حبیبنا یا محمد انا نتوسل بک الی ربک فاشفع لنا عند المولی العظیم یا نعم الرسول الطاھر۔ اللھم شفعہ فینا بجاھہ عندک۔ اس دعا میں یا محمدؐ کی ندا ہے اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی اس دعا کو صحابہؓ نے خود پڑھا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی" تو سوال کا جواب یہ ہوا کہ یا رسول، یا غوث پکارنا شرک نہیں جائز ہے اور ادھر بھی دو حدیثوں سے استدلال کر کے اہلِ استمداد نے اپنی دانست میں ثابت کر دیا ہے کہ یا خواجہ یا بدوی، یا شاذلی، یا نقشبند پکارنا جائز ہے! (دیکھو ص ۲۳)

اس حدیث کی تحقیق یہ ہے ۔

(۱) مروی ہے کہ ایک اندھے نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ میرے لئے حق تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے اس مرض سے شفا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور چاہے تو نابینا ہی پر صبر کر کہ تیرے حق میں یہی بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میرے لئے دعا ہی کیجئے۔ آپ نے خود دعا نہیں فرمائی بلکہ حکم دیا کہ وضو کرے اور پھر ارشاد فرمایا کہ یہ دعا پڑھے :۔ اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك نبی الرحمة یا محمد انی اتوجہ بك الی ربی فی حاجتی ھذا لتقضی لی فشفعه فی [1] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم نے روایت کی) اس نے یہ دعا پڑھی اور بینا ہو گیا۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

(۲) یہ حدیث اعتقاد کے بارے میں قابلِ استدلال نہیں کیونکہ اس کا ایک راوی عثمان بن خالد متروک الحدیث ہے۔ فقہاء و محدثین کے نزدیک ایسے راوی کی نقل قابلِ حجت نہیں۔ چنانچہ نووی کی تقریب اور اس کی شرح تدریب الراوی میں یہ مسئلہ مصرح ہے۔

(۳) اگر ہم اس حدیث کو بغرضِ محال قابلِ استدلال بھی مان لیں تو اس سے محض توسل ثابت ہوتا ہے نہ یہ کہ جب کوئی اس ندا اور خطاب سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتا ہے تو آپ اس کی آواز سنتے ہیں جیسا کہ اہلِ استمداد ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ توسل میں کیا ہوتا ہے؟ متوسل کرتا کیا ہے؟ وہ طلب حاجت کرتا ہے اسی ذات سے جو عطا و منع میں منفرد ہے جو صاحب امر و نہی ہے، جس کے ہاتھ میں ہر شے کا "ملکوت" ہے اور طلب سے پہلے ایک سبب اجابت کو آگے کر دیتا ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں قصہ ان تین آدمیوں کا آیا ہے جو ایک غار میں بند ہو گئے تھے۔ ان میں سے ہر شخص نے اپنے سب سے اچھے عمل کے ساتھ توسل کیا اور وہ پتھر غار کے منہ سے ہٹ گیا۔ اگر یہ توسل بہ اعمالِ فاضلہ جائز نہ ہوتا یا شرک ہوتا تو حق تعالیٰ ان کی دعا کو قبول نہ فرماتے اور نہ حضور انورؐ اس حکایت کے بعد سکوت فرماتے۔

---

[1] یا اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اپنی حاجت اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بذریعہ تیرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نبی رحمت ہیں۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں متوجہ ہوتا ہوں اپنے پروردگار کی طرف آپ کے ذریعہ سے اپنی اس حاجت میں تاکہ میرے حق میں وہ حاجت روائی کی جائے۔ الٰہی تو ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

لیکن اگر متوسل یہ سمجھے کہ انبیار یا ملائکہ ایسا واسطہ اور وسیلہ ہیں کہ جن کو پکارنا اور ان پر بھروسہ کرنا ضروری ہے اور جلبِ نفع اور دفع ضرر کے لئے ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ان کی تعظیم بجالانا چاہئے تو یہ سب سے بڑا شرک ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کے رد میں بہت ساری آئتیں نازل فرمائیں۔ کفار و مشرکین مکہ نے اللہ کے سوا اوروں کو اپنا شفیع اور حمایتی قرار دے رکھا تھا، نفع کے حاصل کرنے اور ضرر کے دفع کرنے کے لئے ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے، مشرکین یہود و نصاریٰ، مسیحؑ اور عزیرؑ اور ملائکہ کو پکارتے تھے، استغاثہ کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کے متعلق صاف طور پر صراحت فرمادی کہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا۔

دیکھو بادشاہ اور رعایا کے درمیان عرض معروض کے لئے چوبدار اور عرض بیگی ہوتے ہیں جو بادشاہ کے کانوں تک رعایا کا درد دکھ پہنچاتے ہیں، اگر کوئی انبیار و اولیار کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ بھی حق تعالیٰ کی جناب میں خلق کی حاجتوں کو پہنچاتے ہیں، ان کے درد دکھ کو سناتے ہیں اور حق تعالیٰ خلق کی جو حاجت روائی کرتے ہیں، ان کو رزق دیتے ہیں، ہدایت کرتے ہیں تو ان ہی کے واسطے سے لہذا خلق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان ہی سے حاجت طلب کریں اور وہ حق تعالیٰ سے عرض کریں جیسے کہ عرض بیگی بادشاہوں سے کرتے ہیں۔

ایسا عقیدہ رکھنے والا باتفاق اہل اسلام کافر و مشرک ہے۔ بعینہ یہی دین مشرکین کا ہے۔ جو بت پرست ہیں، وہ اپنے بتوں کو انبیار و صالحین ہی کی صورتوں پر بناتے تھے اور ان کو اپنے اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ قرار دیتے تھے جو ان کو حق تعالیٰ سے قریب کرسکتے تھے۔ (کما صرح ص ۸ و ۱۵) اور یہی وہ شرک ہے جس کی وجہ سے نصاریٰ معتوب ہوئے۔ ان کے متعلق قرآنِ مبین نے صراحت کی ہے۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰھا واحدا

الله من جعل بينه وبين الله وسائط يتوكل عليهم ويدعوهم كفر اجماعاً لان ذلك كفعل عابدي الاصنام قائلين ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى)

(اقناع اور اس کی شرح دیکھو)

لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ عما یشرکون (پ ۱۰ ع ۱۱) غرض حق تعالیٰ نے اس توحید کو قرآنِ کریم میں جا بجا بیان فرمایا ہے اور شرک کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا ہے اور اس کی اصل صرف اتنی ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی سے خوف نہ کرے اور نہ کسی سے امید رکھے اور نہ کسی کو ان کے سوا اپنے کاموں میں کافی جانے ؎

موحد کہ در پای ریزی زرش دگر آرہ می نہی بر سرش

امید و ہراسش نہ باشد ز کس ہمیں است بنیاد توحید و بس

ذرا اس واسطہ یا وسیلہ کے مسئلہ پر عقلی پہلو سے بھی غور کر لو، عالم خارجی کی بادشاہت پر نظر ڈالو، یہاں بادشاہ اور رعایا کے درمیان وسائط تین ہی قسم کے ہوتے ہیں (۱) چونکہ خود بادشاہ اپنی تمام رعایا کے احوال کی خبر نہیں رکھ سکتا اس کو ایسے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو رعایا کے حال کی خبر دیتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا کوئی واسطہ خدا اور بندوں کے درمیان فرض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حق تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ان کے علمِ محیط سے باہر نہیں، وہ "سمیع" و "بصیر" و "علیم" ہیں اور بفحوائے ھو بکل شی علیم ہر شے سے واقف!

(۲) چونکہ بادشاہ اکیلا سارے ملک کا انتظام نہیں کر سکتا اور نہ ہی تنہا اپنے دشمنوں سے جنگ کر سکتا ہے، لہٰذا اس کو اعوان و انصار کی ضرورت ہوتی ہے لیکن حق تعالیٰ کو نہ کسی ناصر و مددگار کی ضرورت ہے اور نہ کسی معین، ظہیر کی، وہ کائنات کے تمام اسباب و آلات کے خالق، رب، مالک ہیں، ان کی ذات تمام اشیاء سے غنی و بے نیاز ہے، سارا عالم ان کا فقیر و محتاج ہے، مملوک و مربوب ہے۔

(۳) چونکہ بادشاہ اپنی رعایا کی نفع رسانی اور خبر گیری میں سستی اور غفلت کر سکتا ہے، لہٰذا اس کو کسی ایسے محرک کی ضرورت ہے جو اس کو اپنے فرائض کی ادائی پر آمادہ کرے لیکن اس قسم کے کسی محرک کی حق تعالیٰ کو ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود خلق پر ماں باپ سے زیادہ رحیم ہیں۔

عقائد کے ان بدیہات کے ماننے کے بعد اگر کوئی یہ خیال کرے کہ حق تعالیٰ اور ان کے بندوں کے

لہ انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابنِ مریم کو بھی حالانکہ ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود کی عبادت کیا کریں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

یان ان وسائط کی ضرورت ہے جو سلاطین اور رعایا کے درمیان ضروری ہیں اور وہ وسائط انبیار، اولیار، لک یا اور موجودات ہیں تو وہ کھلا بت پرست ہے جو اپنے اصنام اور اولیار کو حق تعالیٰ کے دربار میں شفیع، وکیل ی، مقرب، سمجھتا ہے اور اسی خاطر ان کی عبادت کرتا ہے! وہ خالقِ اکبر کو مخلوقِ اصغر کے مشابہ سمجھتا ہے جو بغیر پنے اعوان وانصار کے، بغیر اپنے معین وظہیر کے کائنات کا انتظام ہی نہیں کر سکتا۔ فلا تضربوا للّٰہِ مثال، تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ [۱]

اعت | اسی سلسلہ میں شفاعت کا صحیح طور پر علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ شفاعت کے معنی ہیں سفارش یا میں سفارش یا شفاعت کئی قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) شفاعتِ وجاہت:۔ بادشاہ کے دربار کا ایک امیر بادشاہ کے پاس ایک چور کی سفارش کر رہا ہے ں کی چوری ثابت ہے، بادشاہ سزا دینا چاہتا ہے لیکن اس امیر کی سفارش سے دب کر اس چور کی تقصیر کو معاف دیتا ہے تاکہ امیر کی ناخوشی کی وجہ سے امورِ سلطنت میں خلل نہ پڑے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص کہ کسی فرشتے یا نبی یا ولی کو حق تعالیٰ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھتا ہے سخت جاہل اور کھلا مشرک ہے۔

(۲) شفاعتِ محبت:۔ اس چور کی سفارش بادشاہ کا کوئی معشوق یا منظورِ نظر کرتا ہے اور بادشاہ س کی محبت سے ناچار ہو کر چور کو معاف کر دیتا ہے اور اپنا غصہ پی جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کی بھی شفاعت حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تصور نہیں کی جا سکتی۔ بندہ اپنی عبودیت حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا!

(۳) شفاعت بالاذن: اس چور کی سفارش بادشاہ کی مرضی پا کر اس کی اجازت سے کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ سفارش کرنے والا اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا حمایتی۔ بس یہی ایک شفاعت حق تعالیٰ کی رگاہ میں ممکن ہے۔ اسی کا ذکر قرآن کریم واحادیثِ نبوی میں آیا ہے۔ شفاعت بالاذن کے متعلق

---

[۱] ان امور کی مزید توضیح کے لئے دیکھو ابن تیمیہؒ کا رسالہ قاعدہ واسطیہ جو توسل پر ایک بے نظیر رسالہ ہے۔ سے ہم نے یہاں استفادہ کیا ہے۔

مندرجہ ذیل چند امور کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

(۱) شفاعت نہ ہوگی مگر حق تعالیٰ کے اذن سے۔ ان آیات سے اس کی توضیح ہوتی ہے:۔

(ل) یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا (پ۱۶ ع ۱۵) اس روز سفارش نفع نہ دیگی مگر اس شخص کے لئے جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کر لیا ہو۔"

(ب) من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ (پ۳ ع ۲) ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔

(ج) لا تغنی شفاعتھم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویرضیٰ (پ۲۷ ع ۶) یعنی ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دیدیں اور راضی ہوں۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ شفاعت حق تعالیٰ کے حکم و اجازت سے ہوگی نہ شفیع کی مختاری و خود رائی سے کہ اپنے جس دوست کے حق میں چاہا بغیر مرضی حق کے معلوم کرنے اور بدون اجازت سفارش کردی۔ کفار و مشرکین یہی سمجھتے تھے کہ ان کے معبود ان کی سفارش کریں گے اور عذاب سے بچالیں گے یعنی اس سفارش کو حق تعالیٰ باطل کر رہے ہیں اور جس سفارش کو ثابت کر رہے ہیں وہ اس بندہ محکوم کی شفاعت ہے جو اپنے مالک و مولیٰ کے سامنے بدون اس کی اجازت و امر کے پیشقدمی نہیں کرتا۔ پہلی قسم کی شفاعت "شریک" کی شفاعت ہے اور حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، دوسری قسم کی شفاعت بندہ محکوم کی ہے وشتان بین ذلک۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ حق تعالیٰ جس کو چاہیں گے اسی کے واسطے سفارش کا حکم دیں گے تو یہ بات بھی کھل جاتی ہے کہ واقع میں سفارش حق تعالیٰ ہی کی ہوئی اور جو شخص ان کے سامنے سفارش کرے گا وہ ان کے امر و اجازت سے کرے گا۔ ابن قیم کے الفاظ میں "وہ ذات پاک خود اپنے نفس سے سفارش کریگی یعنی اپنے آپ ہی بندہ پر رحم کرنا منظور ہوگا۔ یہی معنی ہیں "قل للہ الشفاعۃ جمیعا" کے اور نیز اس آیت کے مالھم من دون اللہ من ولی ولا شفیع "اللہ کے سوا نہ کوئی ولی ہے اور نہ شفیع" اور جس نے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا ولی و شفیع ٹھیرایا، اس کی مثال ایک مکڑی کی سی ہے

جس نے ایک گھر بنایا جو سب سے زیادہ بودا اور کمزور ہے!! تھوڑی دیر کے لئے اس آیت پر غور کرو، شرک فی التصرف اور شفاعت کو کس خوبی سے رد کیا جا رہا ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ یعنی آپ فرما دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا سمجھ رہے ہو ان کو پکارو، وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے اور خدا کے سامنے سفارش کسی کی کام نہیں آتی مگر اس کے لئے جس کی نسبت وہ اجازت دیدے (سبا ع ۹) مشرک نے جس کو اپنا معبود قرار دے رکھا ہے اس سے وہ نفع کی امید کرتا ہے اور نفع اسی سے پہنچ سکتا ہے جس میں ان چار صفات میں سے کم از کم ایک صفت ہوتی ہے۔

۱۔ یا تو وہ اس شے کا مالک ہو جس کی امید عابد کر رہا ہے اور جس کے لئے وہ دعا کر رہا ہے۔

۲۔ اگر مالک نہ ہو تو مالک کا "شریک" ہو۔

۳۔ اگر شریک بھی نہ ہو تو کم از کم اس کا معین و ظہیر یعنی مددگار ہو۔

۴۔ اگر معین و ظہیر بھی نہ ہو مالک کے نزدیک شفیع ہو۔ (ابن قیم)

ان ہی چار صورتوں میں عابد کو اپنے معبود سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اب حق تعالیٰ ان چاروں کی ترتیب وار نفی فرما رہے ہیں، اعلیٰ صفت سے شروع کر کے ادنیٰ صفت کی طرف رجوع فرما رہے ہیں، ملک و شرکت و مظاہرت (مددگاری) و شفاعت کی کلی نفی فرما رہے ہیں اور اس شفاعت کا اثبات کیا جا رہا ہے جس سے مشرک کو کوئی فائدہ نہیں اور یہ شفاعت حق تعالیٰ ہی کے اذن سے ہوگی۔ یہ آیت ایک نور ہے برہان ہے، اس سے توحید کا قطعی اثبات ہوتا ہے اور شرک کی ساری جڑیں کٹ جاتی ہیں۔

(۲) اذن نہ ہوگا مگر اس شخص کے لئے جس کے قول و فعل کو حق تعالیٰ پسند فرمائیں گے۔

حق تعالیٰ شفاعت کا حکم اسی شخص کی نسبت عطا فرمائیں گے جو قول و فعل کے لحاظ سے ان کا پسندیدہ ہوگا۔ لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ (انبیاء ع ۲) یعنی جن کو شفاعت کا اذن دیا گیا ہے وہ بجز اس کے جس کے لئے

خدائے تعالیٰ کی مرضی ہو اور کسی کی سفارش نہیں کر سکتے۔

(۳) کسی کا قول و عمل پسند نہ ہوگا مگر توحید و اتباعِ رسول۔

ابو العالیہ فرماتے ہیں کلمتان یسئل عنھما الاولون والاخرون، ماذا کنتم تعبدون وما ذا اجبتم المرسلین یعنی دو باتوں کا تمام اولین و آخرین سے سوال کیا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے اور تم نے رسولوں کی کن کن باتوں پر عمل کیا؟ حدیث ابو ہریرہ میں آیا ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ من اسعد الناس بشفاعتک یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا من قال لا الٰہ الا اللہ خالصاً من قلبہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت اہل اخلاص کے لئے ہوگی جنھوں نے کوئی شرک نہیں کیا۔ بخاری نے ابو ہریرہؓ سے جو روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ شفاعتی لمن قال لا الٰہ الا اللہ مخلصاً یصدق قلبہ لسانہ ولسانہ قلبہ۔ اس کو امام احمدؒ نے صحیح کہا ہے۔ مسلم نے جو روایت ابو ہریرہ سے کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ انی اختبات دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیامۃ فھی نائلۃ ان شاء اللہ، من مات لا یشرک باللہ شیئا۔

شفاعت کے متعلق ان تین اصول کو سمجھ جانے کے بعد شرک کا استیصال ہو جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر جس نے یہ سمجھ لیا کہ شفاعت حق تعالیٰ ہی کے حکم و اجازت سے ہوگی اور اسی کے لئے ہوگی جس کے قول و فعل کو وہ پسند کرتے ہوں گے اور وہی قول و فعل ان کے پسند ہوگا جو شرک و بدعت سے منزہ اور توحید و سنت کے مطابق ہو تو اب وہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا شفیع کیسے ٹھیرا سکتا ہے اور مشرکین کی طرح ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ کا کب قائل ہو سکتا ہے، حق تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف کس طرح اپنے قلب کو رجوع کر سکتا ہے؟ وہ جانتا ہے کہ افضل ترین مخلوقات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہوں گے، اپنے رب، اپنے مولیٰ و مالک کی حمد و ثنا میں رطب اللسان ہوں گے۔ لیکن سجدہ سے سر نہ اٹھائیں گے اور شفاعت کے لئے اس وقت تک زبان نہ کھولیں گے جب تک کہ حق تعالیٰ کی اجازت نہ ہوگی کہ قل تسمع واشفع تشفع وسل تعطہ[1]۔ پھر آپ نے تصریح فرما دی کہ فیحد لی حد[۴]، کہ میرے لئے ایک حد

[1] متفق علیہ۔ کہ سنا جائے گا۔ شفاعت کر قبول کی جائے گی۔ مانگ دیا جائے گا۔

مقرر کردی جائے گی، یعنی آپ شفاعت ان ہی کی فرمائیں گے جن کا قول و فعل حق تعالیٰ کو پسند ہوگا، یعنی جو مشرک نہ ہوگا، جس نے صدق دل سے توحیدِ الوہیت کا اقرار کیا ہوگا! اسی کی شفاعت کا اذن ہوگا اور اسی کی شفاعت کی جائے گی اور اسی پر حق تعالیٰ رحم کرنا منظور فرمائیں گے!! اسی کی بالآخر نجات ہوگی!

جب اذنِ شفاعت دینے والے حق تعالیٰ ہی ہیں، اور قبول کرنے والے بھی وہی ہیں، مشفوع لہ کو ایسے کاموں کی توفیق دینے والے بھی وہی ہیں جس کی وجہ سے وہ مستحق شفاعت ٹھیرتا ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ شفاعت درحقیقت حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے! قل للہ الشفاعۃ جمیعاً کے یہی معنیٰ ہیں! یہی وجہ ہے کہ جس شخص نے اپنے اللہ ہی کو معبود ٹھیرایا، اسی کے لئے اذنِ شفاعت ہوگا، اور جس نے غیر اللہ کو معبود ٹھیرایا اس کی نہ کوئی شفاعت کرے گا اور نہ کوئی شفاعت اس کے لئے مفید ہوگی۔ ان ہی "متخذین شفعاء" کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے: قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون۔ یعنی کیا تم خدا کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے (پ ۱۱ ع ۷) اس طرح ان کے افترا و شرک کو ظاہر فرمادیا!

نذر لغیر اللہ مشرکین کی عبادت کا آخری عمل جس پر ہمارے مقالہ میں بحث کرنی باقی ہے وہ "نذر لغیر اللہ" ہے۔ مشرکین اپنے مال کا ایک حصہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کے لئے صرف کرتے تھے، ان کے لئے جانور ذبح کرتے تھے، اس طرح ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے: وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیباً فقالوا ھذا للہ بزعمھم وھذا لشرکائنا (پ ۸ ع ۳) اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کئے ہیں، ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعمِ خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ویجعلون لما لا یعلمون نصیباً مما	یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں ان کا حصہ لگاتے
رزقناھم تاللہ لتسئلن عما کنتم	ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں قسم ہے خدا کی تم سے
تفترون (پ ۱۴ ع ۱۳)	تمہاری ان افترا پردازیوں کی ضرور باز پرس ہوگی۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ ان آیات کی تفسیر میں صراحت فرماتے ہیں کہ "کافر اپنی کھیتی اور مواشی کے بچوں میں اور تجارت میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے تھے" جنہیں وہ اپنی جہالت اور بے خبری سے معبود، یا مالک نفع وضرر سمجھتے تھے حق تعالیٰ ان کے اس ظلم اور بے انصافی اور افترا پردازی کی مذمت فرمارہے ہیں۔

نذر ونیاز کا رواج اسلام کی "غربت" کے اس زمانہ میں اس کثرت سے ہوگیا ہے کہ ہمیں یہاں اس کی تحقیق ضروری نظر آتی ہے۔ ہر زمانہ کے مشرکین کے قلوب میں ایک نمایاں تشابہ ہوتا ہے، وہ وہی بات کہتے ہیں اور وہی عمل کرتے ہیں جو ان سے پہلے گزرنے والے مشرکین نے کہی تھی اور اس پر عمل کیا تھا "کذالک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم" (پ۱ ع۱۴)

نذر (نیاز) لغت میں وعدہ کرنا ہے نیکی کا ہو یا بدی کا اور شرع میں لازم کرلینا ہے ایک ایسی بات کا جو لازم نہیں۔ نذرت نذرًا اذا اوجبت علی نفسک شیئا تبرعًا من عبادۃ او صدقۃ او غیر ذلک (نہایہ) تمام فقہار نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ نذر اللہ کی قربت اور عبادت ہے، چنانچہ قاضی حسین اور متولی اور رافعی، اور سوا ان کے دوسرے علمار شافعیہ اور زین الدین بن نجیم اور علامہ قاسم وغیرہ علمائے حنفیہ نے اپنی تصانیف میں اسی کی صراحت کی ہے اور

وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ (پ۳ ع۵) اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو تو حق تعالیٰ کو سب کی یقینًا اطلاع ہے۔

سے بھی یہی بات مترشح ہوتی ہے۔ چنانچہ تفسیر ابوالسعود میں وضاحت کی گئی ہے کہ او نذرتم "النذر عقد الضمیر علی شی والتزامہ" یعنی نذر دل میں کسی چیز کا ارادہ کرنا اور اس کو لازم کرلینا ہے۔

جب نذر عبادت ہوئی تو غیر اللہ کے لئے اس عبادت کا بجالانا نرعًا[1] صریح شرک ہے۔ عوام الناس بزرگوں کی جو نذر ونیاز کرتے ہیں وہ حاجت برآری کے خیال ہی سے کرتے ہیں یا تو کسی مقصد کا حصول پیش نظر ہوتا ہے یا پھر کسی بلا کا ٹالنا۔ گویا اس طرح وہ ان بزرگوں کو رشوت دینا چاہتے ہیں، اس خیال سے تو

---

[1] مقابلہ کرو شامی ج ۲ ص ۱۳۹: والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون للمخلوق۔

تعالیٰ کی نذر بھی روا نہیں کہ وہ ذاتِ مقدس بھی اخذِ رشوت سے پاک ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ اور
ضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا تنذروا فان النذر لا یغنی من
لقدر شیئاً و انما یستخرج بہ من البخیل (متفق علیہ) یعنی نذر نہ مانو اس لئے کہ نذر تقدیر کے نوشتے کو نہیں
سکتی، اس کے ذریعہ تو فقط بخیل کا مال نکالا جاتا ہے، طیبی نے اس حدیث کی شرح میں وضاحت
کی ہے کہ "جس نذر سے روکا گیا ہے وہ نذر مقید ہے جس کا ماننے والا یہ خیال کرتا ہے کہ وہ تقدیر کے
لکھے سے بچا لیتی ہے، جیسا کہ بہت لوگوں نے سمجھ رکھا ہے اور ہم اپنے زمانہ کی کتنی جماعتوں کو اسی
قاد پر پاتے ہیں۔"

غرض عوام جو بزرگوں کی نذر کرتے ہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ تمہاری اس نذر کا مقصد کیا ہے؟

(۱) تقرب اور عبادت؟ - یہ تو صریحاً شرک ہے۔

(۲) مقصود یابی اور حاجت براری؟ - یہ بھی شرک و حرمت دونوں پر مشتمل ہے۔

(۳) ایصال ثواب؟ ہاں یہ جائز ہے لیکن یہاں نیت کی تصحیح سخت ضروری ہے، غور کرو تمہیں خود
نجات کی فکر کرنی چاہیے، خود ثواب کمانے پر مائل ہونا چاہیے اس کو چھوڑ کر تمہیں دوسروں کو ثواب
نے کی فکر زیادہ دامن گیر معلوم ہوتی ہے اور پھر تمہارے آباء واجداد اس امر کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم انھیں
ب پہنچاؤ، اس کا تم کو زیادہ خیال نہیں ہوتا، پیروں اور شہیدوں کی نیاز اور فاتحہ التزام کے ساتھ کرتے
ذرا اپنے قلب کی طرف ایمان کی روشنی میں دیکھو، کیا تمہاری غرض یہ تو نہیں کہ ایسا کرنے سے تمہارے
یں برکت ہوگی، بال بچے تندرست اور عافیت سے رہیں گے، تجارت میں خسارہ نہ ہوگا، زمانہ کے
وب سے نجات ملیگی - اگر تم اس غرض سے نذر و نیاز بزرگوں کی کیا کرتے ہو (مثلاً حضرت بیرہ کی
یاں یا کندوری دسترخوان یا سرمنی) تو مشرکین کی طرح تم ان بزرگوں کو اپنا معبود بنا رہے ہو، ان کو
ضرر کا مالک سمجھ رہے ہو، اور یہ کھلا شرک ہے!! اس کی تصریح قرآن و حدیث سے اوپر تفصیل کے ساتھ
ی ہے، علامہ قاسم شارح درر کے اس بیان پر غور کرو:-

«النذر الذی ینذرہ اکثر العوام کان یقول یا سیدی فلان یعنی بہ ولیاً او نبیاً ان ردغائبی

او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلك من الذهب او الفضة او الطعام والشراب او الزیت کذا فھذا باطل بالاجماع لانہ نذر مخلوق وھو لا یجوز، لان النذر عبادة والعبادة لا یکون لمخلوق والمنذ ورلہ میت والمیت لا یملك وانہ ان ظن ان المیت یتصرف فی الامر کفر الا ان قال: یا اللہ انی نذرت لك ان فعلت معی کذا ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدة النفیسة او الامام الشافعی ونحوہ فیجوز حیث یکون فیہ نفعاً للفقراء والنذر للہ۔

یعنی وہ نذر جو عوام الناس کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ اے میرے بزرگ (کسی ولی یا نبی کو مخاطب کرکے) اگر میرا غائب واپس آجائے یا بیمار اچھا ہوجائے، یا میری حاجت برآئے تو آپ کے لئے اتنا سونا یا چاندی یا طعام وشربت یا تیل بطور نذر پیش کروں گا۔ سو یہ باطل ہے بالاجماع، اس لئے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور یہ جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی روا نہیں، جس کے لئے نذر مانی ہے وہ میت اور میت کسی چیز کا مالک نہیں، اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ نذر ماننے والا یہ بھی خیال کرے کہ میت کو کاموں میں اختیار حاصل ہے تو وہ کافر ہوجائے، ہاں اگر وہ یہ کہے کہ "یا اللہ میں نے تیری نذر کی کہ اگر تو میرے ساتھ یہ معاملہ کرے تو میں سیدہ نفیسہ والے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا، یا امام شافعیؒ کے دروازے والوں کو کھانا دوں گا" تو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں نفع ہے فقیروں کا اور نذر ہے اللہ عزوجل کی۔

دیکھو اس بیان کا تجزیہ کرنے سے سامنے مندرجہ ذیل امور واضح طور پر پیش ہوجاتے ہیں۔

(۱) عوام کالانعام جو نذر اپنے پیروں بزرگوں کی حاجت برآری کی خاطر کرتے ہیں وہ بالاجماع باطل ہے اور قطعاً شرک ہے، کیونکہ

(۲) مخلوق کی نذر کسی معنی میں جائز نہیں اس لئے کہ وہ عبادت ہے اور سوائے خالق کے کسی کیلئے روا نہیں

(۳) عوام کی غرض بزرگوں کی نذر ونیاز سے یہی ہوتی ہے کہ آفات وبلیات سے وہ محفوظ رہیں، مال و دولت میں اضافہ ہو، صحت وعافیت حاصل ہو، اگر وہ زبان سے اس امر کا اقرار بھی کریں کہ ہمیں صرف ایصالِ ثواب ہی منظور ہے تو بھی وہ اپنے نفس کو دھوکہ دے رہے ہیں، انہیں ایمانداری کے ساتھ اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے۔

(۴) یہ بھی کہنا درست نہیں کہ یہ فلاں ولی یا نبی کی نذر ہے بلکہ انھیں یہ کہنا چاہیے کہ یہ اللہ کی ہے اور ثواب اس کا فلاں کو پہنچے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ کسی نبی یا ولی کی نذر مانی بھی جائے تو وہ منعقد نہیں ہوتی کیونکہ لاوفاء لنذر فی معصیۃ[1] یعنی نذر معصیت کی وفا ضروری نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ عبادت غیر اللہ معصیت ہے اور نذر منجملہ عبادات ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصیہ" جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر کی اس کو چاہیے کہ اطاعت کرکے اپنی نذر پوری کرے اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر کرے وہ نافرمانی نہ کرے"۔

توحید الوہیت کی جو تفصیل اوپر پیش کی گئی اس کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ دعوتی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی رو سے اللہ تعالیٰ ہی ہمارے الٰہ قرار پاتے ہیں، الٰہ کے معنی ہیں معبود و رب، یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہمارے معبود ہیں اور ہمارے رب، اللہ تعالیٰ کے سوا ہمارا نہ کوئی معبود ہے اور ہمارا نہ کوئی رب یا مستعان، توحید الوہیت میں یہی "توحید معبودیت" و "توحید ربوبیت" شامل و داخل ہیں۔ شرک واقع ہوتا ہے عبادت و استعانت ہی کی راہ سے، یعنی اگر غیر اللہ کی عبادت کی جائے، یا اس سے استعانت کی جائے تو شرک پیدا ہوتا ہے۔ دیکھو قل انما ھو الہ واحد واننی بری مما تشرکون (پ ۷ ع ۸) سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شرک الوہیت ہی کی راہ سے پیدا ہوتا ہے۔ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے اور قل انما ادعو ربی ولا اشرک بہ احداً سے واضح ہوتا ہے غیر اللہ کو پکارنا (دعا و ندا) شرک ہے ایاک نعبد وایاک نستعین کی تعلیم دے کر عبادت و استعانت کو بطریق حصر حق تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص کردیا گیا اور اس طرح توحید الوہیت کی کامل حفاظت کردی گئی۔

توحید الوہیت کے اس معنی کو پیش نظر رکھ کر مشرکین عرب کی عبادت پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ اپنے اصنام و اوثان (غیر اللہ) کو مقرب و شفیع جان کر ان سے وقت حاجت فریاد رسی چاہتے تھے اور اپنے

---

[1] یہ حدیث مسلم بن عمران بن حصین سے مرفوعاً مروی ہے۔

مال کا ایک حصہ ان کی نذر و نیاز کے لئے صرف کرتے تھے، قرآن کریم واحادیثِ صحیحہ کی روشنی میں
گیا کہ استغاثہ، استعانت، دعا و ندا، نذر و نیاز سب افعال عبادت ہیں، لہٰذا ان افعال کا تعلق صر
حق تعالیٰ ہی سے ہونا چاہئے۔ مشرکین نے ان کا تعلق غیر اللہ سے روا رکھا تھا اسی لئے انھیں تہدید
گئی کہ "فلا تجعلوا للہ انداداً وانتم تعلمون" پس ان کا شرک بھی غیر اللہ کی عبادت اور اس سے استعان
سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ حق تعالیٰ کے وجود کے منکر نہ تھے اور نہ ہی ان کی ذات میں کسی غیر کو شریک کرتے تھے۔

غیر اللہ کی عبادت ہی شرکِ محض اور کفرِ بحت ہے، یہ شرکِ اکبر انسان کے خون و مال کو حلال کر
ہے اور اس کو "مخلد فی النار" بنا دیتا ہے، جب کسی کے کانوں تک توحید کی دعوت پہنچ چکی اور اس پر حج
کا قیام ہو گیا اور اس کے باوجود وہ شرک پر جما رہا اور کفر کا اعلان کرتا رہا تو وہ کافر مشرک ہو گیا۔ اب
اس کے نجات کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ وہ کفر و شرک سے توبہ کرے اور توحید پر ایمان لا
اور اگر نام کا مسلمان ہے تو تجدیدِ اسلام کرے۔

احادیثِ نبویہ میں کلمۂ توحید کے چند قیود و شرائط بیان کئے گئے ہیں، مثلاً کسی قسم کا ش
الوہیتِ الٰہی میں نہ کرے، متکبر نہ بنے، جائز نہ ہو، یہ کلمہ اس کو گناہوں سے روکے وغیرہ۔ انسان جب
ان پر غور کرتا ہے تو اس کو اپنی ہلاکت کا خوف پیدا ہوتا ہے[1]۔ پھر ان لوگوں کا کیا ذکر جو غیر اللہ کی عبادت
بجا لا کر کھلے شرک و کفر میں مبتلا ہیں۔ ائمہ اربعہ نے تارکِ صلوٰۃ، مانعِ زکوٰۃ، یا تارکِ اذان یا نمازِ عید سے قتال کو
واجب قرار دیا ہے کیونکہ یہ شعائرِ اسلام ہیں، پھر اہلِ شرک و کفر سے قتال کا کیا ذکر، بعض نے تو اس پر اجماع بھی
نقل کیا ہے۔ جب نماز، روزہ، حج یا زکوٰۃ کے ترک کرنے سے کفر لازم آتا ہے تو ترکِ توحید و اخلاص سے کس
طرح شرک لازم نہیں آئے گا۔ امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول
ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق الاسلام
وحسابھم علی اللہ!

---

[1] اسی کو پیشِ نظر رکھ کر شاید اقبال نے کہا ہے ؎

چو می گویم مسلمانم بلرزم — کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را۔ (ارمغانِ حجاز)

مقالہ کے دوران میں جو آیتیں شرک وکفر کے رد میں پیش کی گئیں ان کو عرب ہی کے مشرکین و
عابدینِ اصنام واوثان کے حق میں سمجھنا غلطی ہے۔ ان کا اطلاق ہر زمانہ کے مشرکین پر ہوتا ہے،
. . . . ہر زمانہ کے مشرکوں کے درمیان ایک ہی جامع ملتا ہے اور وہ شرک باللہ ہے
ایک ہی ہوگا کیونکہ جامع موجود ہے اور فارقِ معدوم، چنانچہ اصولِ فقہ کا قاعدہ بھی یہی ہے کہ
ة بعمومِ الالفاظ لا بخصوص الموارد" یعنی اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا، سارے
شرعیہ کا مدار اسی اصول پر ہے اور حدیث میں صراحت کی گئی ہے کہ "حکمی علی الواحد کحکمی علی الجماعۃ"
انکار سے یہ بات لازم آئے گی کہ جو حکم کسی خاص سبب کی بنا پر کسی گزشتہ واقعہ کے سلسلہ میں نازل
وہ اسی کی حد تک محدود ہے اور متعدی نہیں، یہ قطعاً باطل ہے۔ اس سے احکام شرعیہ کا تعطل
تا ہے۔ کیونکہ جتنی آیاتِ حدود وجنایات ومواریث ہیں وہ سب خاص خاص واقعات ہی کے
یں نازل ہوئی ہیں۔ لیکن ان کا حکم عام ہے اور قیامت تک باقی ہے۔ چنانچہ ابنِ عباسؓ نے ان
کی بابت جو بنی اسرائیل کے حق میں اتری ہیں فرمایا تھا: ھذا نزل علی بنی اسرائیل وانہ علینا
رد وما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ۔ اسی چیز کی طرف توجہ مبذول کرتے ہوئے کسی نے کیا خوب کہا ہے
لاخوۃ بنی اسرائیل اذا کان کل حلوۃ لکم وکل مرۃ لھم اور ائمہ ثلاثہ نے تو اس امر کی صراحت
ہے کہ شرائع ماقبل ہمارے لئے بھی شرع ہیں اور امام شافعیؒ بھی اسی اصول کو تسلیم کرتے ہیں،
ی صورت میں جب کہ اس کی توضیح ہماری شرع میں بھی آچکی ہو، اب ہماری شریعت نے بھی ان
کی توضیح کردی ہے۔ اور کتاب وسنت ان پر ناطق ہیں۔ ان کا تعلق امم سابقہ اور مشرکین عرب
ساتھ سمجھنا کس قدر فاحش غلطی ہے۔

پھر ذرا غور تو کرو کہ جس چیز سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین عرب کو منع فرمایا؟
وزری پر ان سے مقاتلہ فرمایا، جس پر قرآن مبین نازل ہوا وہ شرک ہی تو تھا اور کفر، ان کے
ساری آیتیں محکم ہیں اور غیر منسوخ۔ اول وآخر ہر ایک کے لئے یکساں ہیں، علاوہ ازیں قرآنِ کریم
آیتیں بھی ہیں جو خاص انبیا بلکہ افضل انبیا اور مومنین کے حق میں اتری ہیں، ان میں شرک کو

محبطِ اعمال قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ انعام میں اٹھارہ پیغمبروں کے نام لے کر ارشاد ہوتا ہے کہ ولو اشر کوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون کسی جگہ خطاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے لئن اشرکت لیحبطن عملک ایک جگہ اہلِ ایمان کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون!

ہمارے اس زمانہ کے مومن مشرک بفحوائے حدیث لتتبعن سنن من قبلکم اپنے پیشرو مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر "توحید الوہیت" ہی کا انکار کر رہے ہیں یعنی وہ اس امر کے قائل نہیں رہے کہ حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی لائق دعا و عبادت، خوف و رجا، استعانت و استغاثہ نہیں۔ جس کے لئے جانور ذبح کیا جائے یا نذر مانی جائے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہو گیا ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا ان کے انبیاء و اولیاء بھی شداید و مصائب و آفات و بلیات میں ان کی فریاد سُن کر، ان کی حالت سے مطلع اور واقف ہو کر ان کی مدد کر سکتے ہیں، "کشف ضرر" کر سکتے ہیں۔

اسی لئے ان کے اہلِ علم و فضل بھی اس کی علی الاعلان تعلیم کرنے لگے ہیں کہ حالتِ درد و مصیبت میں پکارنا چاہئے، حضرت معروف کرخیؒ کو، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو، حضرت سالار مسعودؒ کو، حضرت شاہ بدیع الدین مدارؒ کو، حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ کو، حضرت قطب الدین کاکیؒ کو، اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان کے جاہل اور عالم دونوں غیر اللہ سے اس طرح استعانت ہر مصیبت کے وقت کرتے ہیں، ان کے لئے مرغ، بکری، گائے ذبح کرتے ہیں، نذر و نیاز لاتے ہیں، منت مانگتے ہیں، چراغ روشن کرتے ہیں، ان کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں۔ وہ ان بزرگوں کو اپنے پیش رؤں کی طرح اللہ کی ذات میں شریک نہیں کرتے بلکہ ان کو اللہ کا مملوک و محکوم ہی مانتے ہیں، اللہ ہی کو حاکم و مالک و رب سمجھتے ہیں، مستقل معبود اللہ ہی کو جانتے ہیں اور اپنے ان بزرگوں کو اللہ ہی کی ملک سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر اپنے پیشرؤں کی طرح ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے یہ بزرگ، یہ صلحاء، مقرب الٰہی ہیں وہ ان کی نذر و نیاز ان سے دعا و التجا و استغاثہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی وجاہت و شفاعت و قرب سے اللہ کے غصے اور خفگی و ناراضی سے نجات پا کر قرب حاصل کر لیں۔

اس مختصر مقالہ میں یہ بتلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بعینہٖ یہی عقیدہ شرک فی الالوہیت ہے

یہی مذہب ابوجہل اور ابولہب کا ہے سوار بسوار! حضرت عیسیٰؑ وحضرت عزیرؑ و ملائکہ وانبیا کے پکارنیوالے بعینہ اسی مسلک پر قدم زن تھے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ، وقولہ تعالیٰ: ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاءنا عند اللہ!

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) نے دینِ حق کا پیغام لا الٰہ الا اللہ پیش فرما کر افرادِ عبادت للہ کی طرف دعوت دی، ساری عبادت کو اللہ ہی کے لئے مختص کردیا خواہ استعانت ہو یا استغاثہ، ذبح ہو یا نذر، دعا ہو یا عکوف، طواف ہو یا کوئی عبادت، قلبی ہو یا قالبی! مشرکین نے جن وسائط کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ قرار دیا تھا ان کی نفی فرمائی، وضاحت فرمادی کہ توسطان اولیار وانبیار وشہدا وملائکہ کا اس اعتقادِ فاسد وزعم کاسد کے ساتھ کہ وہ ان کی شفاعت کریں گے بغیر اذن ومرضیِ حق کے کارآمد نہیں ہوگا، جو چیز کہ نفع دیگی وہ یہی عبادتِ خالص وتوحید مفرد ہوگی جو کلمہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ سے ثابت ہے، جو شخص اس کلمہ کے معنی پر چلا، اس کے مقتضیٰ پر عمل کیا، وہی مومنِ موحد اور محسن مخلص کہلایا اور جس کا قول وفعل، حال وخیال اس کے معنی ومقتضیٰ کے خلاف ہوا وہ مشرک کافر ہوا یا مبتدع ضال! قُلْ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي فَلَآ أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ أَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظّٰلِمِينَ ۝ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ قُلْ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَآ أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحٰى إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِينَ ۝